Al-Qawārīr - Vol: 06, Issue: 02,
Jan – Mar 2025

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

خلع میں قاضی اور حکم کے اختیارات سے متعلق فقہاء کی آراء کا علمی و تحقیقی جائزہ

A Scholarly and Analytical Review of the Opinions of Jurists Regarding the Authority of the Judge and Arbitrator in Khula

Sana Ullah
Mphil, Research Scholar, Department of Islamic Studies
Qurtuba University of Science & Information Technology, Peshawar
sanaullahbarki1996@gmail.com
Dr. Hafiz Sardar Ali
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Qurtuba University of Science & Information Technology, Peshawar
dr.sardarali@qurtuba.edu.pk

ABSTRACT
Islam is a balanced and moderate religion that teaches moderation in every aspect of life, a characteristic also evident in its family laws. Islam emphasizes maintaining the marital bond, but if differences between the spouses become so severe that continuing the relationship is no longer feasible, Islam ensures the rights of both parties. In such a situation, if the wife fails to fulfill her obligations, the husband is granted the right to divorce. Conversely, if issues arise from the husband's side, the wife is given the right to seek "khula". Religious scholars state that marriage is a contract and, therefore, its matters should be resolved through mutual consent. If a woman seeks "khula" but the husband is unwilling, the question arises whether a court can decree "khula" in the absence of the husband's consent. This article examines the judge's authority and jurisdiction in the matter of "khula".

Keywords: *khula, judge's authority, court, continuing the relationship, granted the right to divorce*

تعارف موضوع

اسلام ایک متوازن اور اعتدال پسند دین ہے جو زندگی کے ہر معاملے میں میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے، اور یہ خصوصیت اسلام کے

CC BY

عائلی قوانین میں بھی نمایاں ہے۔ اسلام نے ازدواجی رشتے کو مضبوط رکھنے کی تاکید کی ہے، لیکن اگر زوجین کے درمیان اختلافات اتنے شدید ہوں کہ رشتہ برقرار رکھنا ممکن نہ ہو تو اسلام نے دونوں کے حقوق کا خیال رکھا ہے۔ اس صورتحال میں، اگر بیوی کی طرف سے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو تو مرد کو طلاق کا اختیار دیا گیا ہے، اور اگر مسائل مرد کی طرف سے پیدا ہوں تو بیوی کو خلع کا حق حاصل ہے۔ علماء دین کا کہنا ہے کہ نکاح ایک معاہدہ ہے، لہٰذا اس میں معاملات باہمی رضامندی سے ہونے چاہییں۔ اگر کوئی خاتون خلع کی خواہش کرے لیکن شوہر رضامند نہ ہو تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا عدالت شوہر کی غیر موجودگی میں خلع کا فیصلہ دے سکتی ہے؟ اس آرٹیکل میں شوہر کی رضامندی و غیر رضامندی کی صورت میں قاضی اور حکم کے اختیار کا جائزہ لیا گیا ہے۔ سب سے پہلے خلع کی بنیادی تعریف اور فقہی اصطلاحی مفہوم کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ اس کا پورا مفہوم واضح ہو جائے۔

خلع کا لغوی مفہوم

خلع کا لفظ عربی زبان میں کسی چیز کو اتارنے کے معنٰی میں آتا ہے۔ ابنِ منظور الافریقی لکھتے ہیں:

"خلع امرأته وخالعها إذا افتدت منه بمالها فطلقها وأبانها من نفسه، وسمى ذلک الفراق خلعا؛ لان الله تعالى جعل النساء لباسا للرجال، والر جال لباسا لهن"[1]

"اس نے عورت کو خلع دیا اور اس نے خلع کیا جب خاتون اپنے مال کے ذریعے اس کو فدیہ ادا کرے اور مرد اسے طلاق دے دے اور اس کو اپنے آپ سے جدا کر لے تو اس جدائی کو خلع کہا جاتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا لباس بنایا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے ازدواجی تعلق کو نہایت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے، جہاں ان دونوں کو ایک دوسرے کے لیے لباس سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسے لباس انسان کو گرمی اور سردی سے محفوظ رکھتا ہے، اس کی خوبصورتی بڑھاتا ہے، اس کی ستر پوشی کرتا ہے اور اس کے وقار میں اضافہ کرتا ہے، اسی طرح شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے غم خوار، رازدان اور مصائب میں معاون ہوتے ہیں۔ جب وہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنا لباس اتار دے۔ علماء اس علیحدگی کو خلع کا نام دیتے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم

مشہور مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کے فقہاء کرام نے اپنے نقطۂ نظر کے اعتبار سے خلع کی مختلف تعریفیں کی ہیں یہاں چاروں مذاہب کے فقہاء مؤلفین نے خلع کی جو اصطلاحی تعریفیں کی ہیں وہ ذکر کی جا رہی ہیں تاکہ اس کا اصطلاحی مفہوم واضح

ہو کر سامنے آجائے۔

فقہ حنفی

ابنِ عابدین حنفی خلع کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"هو إزالة ملک النکاح المتوقفة على قبولها بلفظ الخلع أو ما فی معناه"[2]

"لفظِ خلع یا اس کے ہم معنی لفظ کے ذریعے ملکیتِ نکاح ختم کرنے کو خلع کہتے ہیں جو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے۔"

گویا احناف کے نزدیک خلع کے لیے لازمی چیز لفظ خلع یا ہم معنیٰ لفظ کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر ان الفاظ کا استعمال نہ کیا گیا تو پھر طلاق بالمال اور خلع میں کوئی فرق نہیں رہے گا حالانکہ ان دونوں کے احکام الگ الگ ہیں اس لیے خلع میں الفاظ کا خیال رکھنا ضروری ہے تاکہ ان دونوں میں فرق رہے۔ اور عورت کے قبول کرنے پر اس لیے موقوف ہے کہ اس نے عوض دینا ہوتا ہے لہذا اس کی رضامندی بھی ضروری ہے۔

فقہ مالکی

مختصر خلیل میں لکھا ہے:

"جاز الخلع وهو: الطلاق بعوض وبلا حاكم وبعوض من غيرها إن تأهل"[3]

"خلع جائز ہے اور یہ طلاق بعوض اور بلا حاکم اور بیوی کے علاوہ کسی اور سے عوض لینے کا نام ہے اور وہ اس کا اہل بھی ہو۔"

مالکیہ کے نزدیک پہلی بات یہ ہے کہ خلع میں حاکم کا ہونا ضروری نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے عوض کا ہونا ضروری ہے۔

فقہ شافعی

خطیب شربینی نے خلع کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"هو فرقة بين الزوجين بعوض بلفظ طلاق أو خلع"[4]

"خلع زوجین کے درمیان کسی چیز کے بدلے میں لفظِ طلاق یا خلع کے ذریعے جدائی کا نام ہے۔"

گویا شوافع کے نزدیک خلع میں الفاظ کی اتنی اہمیت نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ لفظ طلاق سے بھی خلع ہو جاتا ہے اور لفظ خلع سے بھی البتہ اس میں عوض کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ الفاظ میں فرق اس لیے نہیں کرتے کہ ان کے نزدیک طلاق بالمال اور خلع میں کوئی فرق نہیں ہے۔

فقہ حنبلی

"وهو فراق الزوج امرأته بعوض يأخذه الزوج من امرأته أو غيرها بألفاظ مخصوصة"[5]

"شوہر کا بیوی کو، اس عوض کے بدلے جو وہ اس سے یا کسی اور سے لیتا ہے الفاظ مخصوصہ کے ذریعے چھوڑ دینا خلع کہلاتا ہے۔"

تعریف کے ان الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنبلی فقہا کے نزدیک خلع میں مخصوص الفاظ اور عوض کا ہونا ضروری ہے۔

خلع میں قاضی اور حکم کے اختیارات کے متعلق فقہاء کی آراء

خلع کے حوالے سے ایک اہم مسئلہ قاضی اور عدالت کے اختیارات کا بھی ہے کیا خلع مکمل طور پر مرد ہی کے اختیار میں ہے اور اس کی مرضی اور رضامندی پر موقوف ہے یا پھر کچھ حالات میں قاضی یا عدالت کو دخل اندازی کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اس کے متعلق فقہاء کی مختلف آراء ہیں جس کا مختصر احوال ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

امام ابو حنیفہ امام شافعی کا مسلک

اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے ہاں یہ اختیار مکمل طور پر مرد ہی کے ہاتھ میں ہے۔ قاضی خود یا قاضی کی طرف سے مقرر کئے ہوئے حکم بذاتِ خود عورت کو طلاق نہیں دے سکتے۔ کیونکہ احناف کے نزدیک خلع مالی معاملات کی طرح ایک مالی معاملہ ہے، جس طرح دیگر مالی معاملات معتبر ہونے کے لیے جانبین (عاقدین) کی رضامندی ضروری ہوتی ہے اسی طرح خلع معتبر ہونے کے لیے بھی زوجین (میاں بیوی) کی رضامندی ضروری ہوتی ہے، لہذا خلع کے لیے شوہر کی رضامندی اور اجازت ضروری ہے، نیز طلاق دینا بھی شوہر کا حق ہے، اگر شوہر کی اجازت اور رضامندی کے بغیر بیوی عدالت سے خلع یا طلاق لے لے اور عدالت اس کے حق میں یک طرفہ خلع کی ڈگری جاری کردے تو شرعاً ایسا خلع معتبر نہیں ہوتا، اس سے نکاح ختم نہیں ہوتا، اور ایسی صورت میں عورت کے لیے دوسری جگہ نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوگا۔[6]

امام مالک کا مسلک

اس کے بر خلاف امام مالک کے نزدیک قاضی زوجین کے حد سے گزرے ہوئے باہمی اختلاف کی صورت میں ایک دو رکنی مصالحتی کمیٹی قائم کرے گا جس میں بہتر ہے کہ ایک مرد کا رشتہ دار ہو اور دوسرا عورت کا، دونوں سمجھ دار اور شرعی احکام سے واقف ہوں پھر یہ میاں بیوی دونوں کے حالات کا جائزہ لیں۔ اگر مصالحت اور اتفاق کی کوئی صورت نکل آئے تو دونوں میں مصالحت کرا دیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو سکے اور دونوں کی رائے ہو کہ باہم تفریق اور علیحدگی کرا دی جائے تو ایسا بھی کر سکتے ہیں اس طرح کہ مرد کا رشتہ دار حکم طلاق دے اور عورت کا رشتہ دار حکم مہر معاف کر دے یا جو معاوضہ مناسب سمجھے عورت کو اس کی ادائیگی کا پابند کرے اور دونوں میں تفریق ہو جائے۔[7]

احناف کے دلائل

احناف دراصل اس مسئلہ میں اس عام اصول پر چلے ہیں کہ طلاق کا اختیار مردوں کے ہاتھ میں ہے اور خلع بھی مال کے عوض میں طلاق ہی ہے اس لیے مرد کی آمادگی بہر طور ضروری ہو گی۔ اسی بناء پر ان کے یہاں حکمین کی حیثیت زوجین کے وکیل کی ہوتی ہے اور انہی حدود میں رہ کر اقدام کر سکتے ہیں جو زوجین نے متعین کر دی ہیں۔[8]

دوسرا ان کا استدلال اس واقعہ سے بھی ہے جسے ابو بکر جصاص رازی نے احکام القرآن میں اور دوسرے مختلف مصنفین نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے ہی مقدمہ میں حکم متعین کیے پھر ان حکمین سے مخاطب ہو کر ان کی ذمہ داری بتائی کہ اگر ان دونوں کو جمع کر سکو تو جمع کر دو اور ان کا ازدواجی رشتہ بر قرار رکھو اور تفریق و علیحدگی مناسب محسوس ہو تو ایک دوسرے کو علیحدہ کر دو چنانچہ:

"فقالت المرأة رضيت بكتاب الله فقال الرجل أما الفرقة فلا فقال علي كذبت والله لا تنفلت مني حتى تقر كما أقرت"[9]

پس عورت نے کہا: "میں اللہ کی کتاب پر راضی ہوں۔" تو مرد نے کہا: "مگر میں جدائی پر راضی نہیں ہوں۔" تو علیؓ نے فرمایا: "تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ کی قسم! تم مجھ سے جا نہیں سکتے جب تک کہ تم اس بات کا اقرار نہ کرو جیسا کہ عورت نے اقرار کیا ہے۔"

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرد کو تفریق کے لیے آمادہ کرنے پر مجبور کرنا بالکل بے معنی ہو گا، اگر حکم کو بطور خود طلاق دینے کا اختیار حاصل ہو اور وہ مرد کی رضامندی حاصل کرنے کا مکلف نہ ہو۔[10]

اور اس کے علاوہ شوہر کی رضامندی کے حوالے سے ان دلائل کے علاوہ یہ دلیل بھی ذکر کی گئی ہے کہ:

﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾[11]

"اور اگر تم نے انہیں چھونے سے پہلے ہی اس حالت میں طلاق دی ہو جبکہ ان کے لیے نکاح کے وقت) کوئی مہر مقرر کر لیا تھا تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا تھا اس کا آدھا دینا واجب ہے الا یہ کہ وہ عورتیں رعایت کر دیں اور آدھے مہر کا بھی مطالبہ نہ کریں) یا وہ (شوہر) جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔"

میں موجود الفاظ "الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ" ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ (وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق ہے) سے مراد خود آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق شوہر ہے، جس کے بارے میں آیت نے واضح کر دیا کہ نکاح کا رشتہ تنہا اسی کے ہاتھ میں ہے لہذا اس رشتے کو اس کے سوا کوئی ختم نہیں کر سکتا۔[12]

امام مالک کے دلائل

امام مالک اور جو فقہاء قاضی کی طرف سے مقرر کیے ہوئے حکمین کو تفریق اور علیحدگی کا مجاز گردانتے ہیں ان کی دلیل سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ہم خود قرآن مجید کی طرف رجوع کریں۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾[13]

ترجمہ: اگر تم کو ان دونوں کے درمیان شدید اختلاف کا اندیشہ ہے تو ایک ایک حکم مرد و عورت کے خاندان سے بھیجو۔ اگر وہ دونوں اصلاح حال چاہیں گے تو اللہ تعالی ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔ اللہ تعالی تمام باتوں سے باخبر اور واقف ہے۔

اس آیت میں متعدد قرائن ایسے ہیں جو امام مالک کے موقف کی تائید کرتے ہیں۔

- اول یہ کہ اس آیت کے مخاطب قضاۃ اور حکام ہیں۔ سعید بن جبیر ضحاک، اکثر مفسرین اور خود ابو بکر جصاص رازی کی یہی رائے ہے اور قرآن کے لب ولہجہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔[14] اب ظاہر ہے کہ قاضی اور حاکم کی حیثیت واعظ اور محض اخلاقی اپیل کرنے والے ناصح کی نہیں ہے بلکہ اس کا منصب یہ ہے کہ جو لوگ وعظ و نصیحت کی زبان سمجھنے پر آمادہ نہ ہوں ان کے لیے قانون اور اختیارات کی تلوار استعمال کی جائے۔[15] لہذا اگر قاضی کے مقرر کردہ حکمین کو قانونی اختیار حاصل نہ ہو تو قرآن کا قاضی کو مخاطب بنانا اور قاضی ہی کی طرف سے حکمین کی تقرری ایک بے معنی بات ہو گی۔ اس لئے قضاۃ اور حکام سے

خطاب خود اس بات کا ثبوت ہے کہ اس مسئلہ میں قاضی کے نمائندہ کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہونی چاہیئے کہ وہ چاہے تو مصالحت کرادے یا اپنی صوابدید پر علیحدگی کردے۔[16]

- ❖ دوم قاضی کے بھیجے ہوئے ان نمائندوں کے لیے قرآن نے حکم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حکم کے معنی خود حکم اور فیصلہ کرنے والے کے ہیں۔ اس تعبیر کا یہ تقاضہ بھی ہے کہ وہ تفریق اور مصالحت کے معاملہ میں خود مختار ہوں گے۔
- ❖ سوم قرآن نے یہاں "إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا" کہا ہے۔ اگر حکمین ان دونوں میں مصالحت کرانا چاہیں۔ یہاں حکمین کی طرف " ارادتاً" اور " چاہنے " کی نسبت کی گئی ہے اور ایسی بات اس کے بارے میں کہی جاسکتی ہے جو کسی کام کے کرنے اور اس کے خلاف اقدام کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ جو شخص کسی کا وکیل ہو وہ ارادہ واختیار کا مالک نہیں ہوتا وہ بہر صورت اس کے حکم کا پابند ہوتا ہے۔[17]

احادیث مبارکہ سے استدلال

اسی طرح احادیث میں اس بات کا ثبوت موجود ہے جو اس مسئلہ میں قاضی کے مختار ہونے کو بتاتی ہیں:

امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ثابت بن قیس کے دین واخلاق سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ مسلمان ہو کر کسی کی ناشکری کروں۔ یعنی ایک طرف ثابت کا میرے ساتھ اچھا سلوک ہے دوسری طرف میرا ان کی طرف طبعی رجحان نہیں ہے جس کے باعث میری طرف سے ان کی ناقدری ہوتی ہے اس لیے ہم دونوں میں علیحدگی کرادی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کو اس کا باغ لوٹا دوگی ؟ انہوں نے کہا؟ " ہاں " اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت سے فرمایا کہ باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔[18]

اس حدیث میں واقعہ کا یہ پہلو بہت قابل غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت سے اپیل نہیں کی، نہ مشورہ کیا بلکہ طلاق دینے کا حکم فرمایا، یہ اس بات کی علامت ہے کہ قاضی مرد کی رضامندی اور آمادگی معلوم کرنے کا پابند نہیں ہوگا بلکہ حسب ضرورت اس کو اپنی صوابدید پر نافذ کردے گا۔ اب اس کے نافذ ہونے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ خود مرد اس بات کے لیے تیار ہو جائے اور طلاق دیدے، جیسا کہ اس واقعہ میں ہوا یا پھر قاضی خود علیحدہ کردے۔[19]

دوسرا واقعہ بھی حضرت ثابت ہی کا ہے جسے ابوداؤد نے سیدنا حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ حبیبہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے نکاح میں تھیں۔ حضرت ثابت نے حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر مارا کہ ان کا کوئی عضو ٹوٹ گیا۔

حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور شوہر کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ "حبیبہ کے مال میں سے کچھ لے کر اس کو رہا کر دو"۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔ "کیا یہ درست ہو گا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہاں"۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اس کو دو باغ دیئے ہیں جو اسی کے قبضہ میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لے لو اور حبیبہ کو چھوڑ دو۔ چنانچہ ثابت رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔[20]

ابن ماجہ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حبیبہ بنت سہیل رضی اللہ عنہ کو اصل میں ان کی شکل وصورت سے کراہت تھی اور یہ ناپسندیدگی اس درجہ تھی کہ ان کے الفاظ میں "گر خدا کا خوف نہ ہوتا تو جیسے وہ داخل ہوئے تھے ان کے منہ پر تھوک دیتی"۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی بیویوں حبیبہ اور جمیلہ دونوں ہی کو اصل شکایت حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی صورت ہی سے تھی جیسا کہ جمیلہ کا بیان گزر چکا ہے کہ مجھے ان کے دین واخلاق سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ البتہ ہو سکتا ہے کہ اس ناپسندیدگی کی وجہ سے حبیبہ سے کوئی ایسی نافرمانی کی بات سرزد ہو گئی ہو جس نے حضرت ثابت کو مشتعل کر دیا اور انہوں نے مارا ہو جس میں ان کے ہاتھ ٹوٹ گئے ہوں۔ اس واقعہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت سے کوئی سفارش اور اپیل نہیں کی ان سے طلاق پر رضامندی نہیں معلوم کی بلکہ حالات کو پیش نظر رکھ کر خود فیصلہ فرمایا کہ مہر کی رقم لے لو اور طلاق دے دو۔[21]

آثار صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے استدلال

1- اس نوعیت کا ایک واقعہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آیا۔ ان کے زمانہ میں حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ بنت عتبہ رضی اللہ عنہا (جو میاں بیوی تھے) کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ حضرت فاطمہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بحیثیت حکم بھیجا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا" میں ضرور ان دونوں میں تفریق کر دوں گا"۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں عبد مناف کے دو بزرگ خانوادوں میں تفریق نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ ان دونوں نے باہم خود ہی مصالحت کر لی۔[22]

اس سلسلہ کا دوسرا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا ہے کہ ایک شوہر و بیوی اپنے اپنے لوگوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے شوہر وبیوی ہر ایک کے لوگوں میں سے ایک ایک حکم منتخب کیے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو اپنی ذمہ داری معلوم ہے؟

تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ مناسب سمجھو تو دونوں میں علیحدگی کرادو عورت نے کہا میں اللہ کی کتاب پر راضی ہوں چاہے اس کا فیصلہ میرے حق میں ہو یا میرے خلاف۔ اور شوہر نے کہا کہ جہاں تک علیحدگی کی بات ہے تو میں اس کے لیے تیار نہیں ہوں،

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے جھوٹ کہا تم بھی جب تک اس عورت کی طرح اقرار نہ کر لو یہاں سے جا نہیں سکتے۔ اس مقدمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکمین سے کہنا کہ کیا تم اپنی ذمہ داری سے واقف ہو، تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ اگر تم چاہو تو علیحدگی کرادو۔ اس بات کی دلیل ہے کہ حکمین بحیثیت حکم تفریق کا اختیار رکھتے ہیں اور وہ اس کے ذمہ دار ہیں اگر ان کی حیثیت محض وکیل کی ہوئی تو سوال اس طرح ہوتا، کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کس بات کے وکیل بنائے گئے ہو؟ پھر یہ کہ خلع میں اگر صرف مرد کی رضامندی ضروری ہوتی اور قاضی کو اس سلسلہ میں کوئی اختیار نہ ہوتا تو یہ بات بھی درست نہ ہوتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر طلاق کی آمادگی کے لیے کیسے دباؤ ڈالتے، وہ زیادہ سے زیادہ سفارش اور اپیل ہی کر سکتے تھے۔ ان وجوہ کی بناء پر اس مسئلہ میں امام مالک کی رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے اور یہی رائے اکثر فقہاء اوزاعی، اسحاق، شعبی، نخعی، طاؤس، ابو سلمہ، ابراہیم، مجاہد اور امام شافعی کی ہے اور صحابہ کرام میں بھی حضرت علیؓ، حضرت عثمان اور حضرت عبد اللہ بن عباس کا یہی مسلک نقل کیا گیا ہے۔[23]

احناف کے دلائل کا تجزیہ

احناف کے دلائل اس مسئلہ میں قابل غور ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ اصل یہ ہے کہ طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں ہے مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مقاصد نکاح کی حفاظت اور زوجین کی مصلحتوں کی رعایت کے پیش نظر قاضی بھی بہت سی صورتوں میں تفریق کا مختار بن جاتا ہے۔ یہاں بھی زوجین کے بڑھتے ہوئے شدید اور ناقابل عمل اختلاف کو پیش نظر رکھ کر جب قاضی کے نمائندے اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ ان دونوں میں تفریق اور علیحدگی ہونی چاہیئے تو مقاصد نکاح کی حفاظت اور دونوں کو اللہ کی حدوں پر قائم رکھنے کے لیے ضروری ہو گا کہ یہ لگام مرد سے لے لی جائے اور قاضی کی طرف سے مقرر شدہ حکم از خود تفریق کر دیں۔ احناف کا یہ استدلال کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شوہر کو اس کا اقرار کرنے پر مجبور کیوں کیا کہ وہ بھی حکم کے فیصلہ کے مطابق مصالحت اور علیحدگی ہر دو صورت پر آمادہ ہو۔ کیونکہ اگر حکم کو اس کا اختیار ہو گا تو شوہر کا اقرار اور انکار کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ امام مالک اور ان کے ہم خیال حضرات کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس حکم کی حیثیت وہی تھی جو نامرد کو طلاق کا حکم دینے کے سلسلے میں ہے۔ یعنی اگر شوہر نامرد ہو اور عورت نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اس سے علیحدگی کی حقدار ہے تو قاضی پہلے خود شوہر سے کہے گا کہ وہ عورت کو طلاق دے دے۔ مرد اگر اس پر آمادہ ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ خود قاضی اس کی طرف سے عورت کو طلاق دے دے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مطالبہ یہاں اس نوعیت کا تھا کہ اگر شوہر خود طلاق دے دے تو بہتر ہے ورنہ پھر قاضی کے نمائندے حکمین خود اس ناخوشگوار کام کو انجام دیں گے۔

فقہ مالکی میں حکم و قاضی سے متعلق امور

فقہ مالکی کی تفصیلات جو علامہ ابو عبد اللہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہیں حسب ذیل ہیں:[24]

* حکم کا تقرر قاضی کرے گا۔
* بہتر ہے کہ دو حکم مقرر کیے جائیں یوں اگر ایک ہی حکم مقرر کرے یا زوجین ایک ہی شخص کے حکم ہونے پر اتفاق کر لیں تو بھی کافی ہے اور اس کا فیصلہ نافذ ہو گا۔
* اگر دو حکم مقرر ہوئے تو ضروری ہے کہ فیصلہ دونوں کے اتفاق رائے سے ہو اگر ایک نے تفریق کی رائے دی اور دوسرے نے اختلاف کیا تو اب تفریق نہ ہو سکے گی۔
* حکمین تفریق کا فیصلہ کرنے میں نہ زوجین کی مرضی کے پابند ہوں گے اور نہ خود قاضی کے حکم کے۔
* حکمین بہتر ہے کہ مرد و عورت کے اقرباء میں سے ہوں مگر یہ ضروری نہیں ہے قاضی اپنی صوابدید پر کوئی بھی دو آدمی، اس کے لیے مقرر و معین کر سکتا ہے۔
* حکمین کو احکام شرعیہ سے واقف و دیانت دار اور غیر جانبدار ہونا چاہیئے۔

ہمارے زمانے میں جہالت اور احکام شرع سے بے خبری اور اس کی وجہ سے ازدواجی زندگی میں ظلم و ستم اور اختلاف کی صورت میں اگر اس مسئلہ میں فقہاء مالکیہ کی رائے قبول کر لی جائے تو شاید مناسب ہو۔

ان امور کے علاوہ اسلام نے خلع کی جو روح اور حکمت بتائی ہے وہ بھی اس سے مطابقت رکھتی ہے جو امام مالک کا مسلک ہے چنانچہ حافظ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

> "خلع عورت کے اختیار میں اس لیے رکھی گئی ہے کہ مرد کے اختیار میں طلاق ہے، چنانچہ جب عورت کو مرد کی طرف سے کوئی تکلیف ہو تو اس کے اختیار میں خلع ہے اور اب جب مرد کو عورت کی طرف سے تکلیف ہو تو شریعت نے اسے طلاق کا اختیار دیا ہے۔"[25]

متاخرین فقہاء کی رائے

البتہ بعض مخصوص حالات میں قاضی شرعی کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر بھی میاں بیوی میں تفریق کر سکتا ہے، اس لیے کہ نکاح کے بعض حقوق ایسے ہوتے ہیں جو نکاح کے مصالح اور مقاصد میں سے ہیں اور قضاءً اس کی ادائیگی شوہر پر لازم ہوتی ہے، اگر شوہر ان کی ادائیگی نہ کرے تو بزورِ عدالت انہیں وصول کیا جا سکتا ہے، مثلاً بیوی کا نان و نفقہ اور حقوق

زوجیت ادا کرنا وغیرہ، اگر شوہر ان کی ادائیگی سے عاجز ہو تو عورت کو طلاق دے دے، ایسی صورت میں اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرتا ہے یا شوہر طلاق دینے کے قابل نہیں ہے تو قاضی اس کا قائم مقام بن کر میاں بیوی میں تفریق کر سکتا ہے۔

لہذا اگر شوہر اپنے رویہ میں تبدیلی نہیں لاتا اور اپنا گھر بسانے پر تیار نہیں ہوتا، نان ونفقہ دینے پر راضی نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں مذکورہ عورت کو چاہیے کہ خاندان کے معزز لوگوں کے سامنے یا محلے کی پنچایت کے سامنے اس معاملہ کو رکھے، اور ان کے تعاون سے اس مسئلہ کا حل نکالا جائے، اور اگر شوہر پھر بھی اپنی ضد پر اڑا رہے، اور اپنے رویہ میں تبدیلی نہیں لائے تو سائلہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرکے کسی طرح طلاق حاصل کرلے، اور اگر وہ طلاق دینے پر رضامند نہ ہو تو باہمی رضامندی سے خلع کا معاملہ کرے، اور خلع میں شوہر کے لیے بدلِ خلع یعنی خلع کے عوض مال لینا جائز نہ ہوگا، تاہم لینے کے باوجود خلع ہو جائے گا اور نکاح ختم ہو جائے گا۔

لیکن اگر شوہر نہ طلاق دے اور نہ ہی خلع دینے پر رضامند ہو اور بیوی کے ساتھ نباہ پر اور اس کو نان ونفقہ دینے پر بھی تیار نہ ہو تو سخت مجبوری کی حالت میں عدالت سے تنسیخ نکاح کرایا جا سکتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ مسلمان جج کے سامنے پیش کرے، اور متعلقہ جج شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ معاملہ کی پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے کہ اس کا شوہر باوجود وسعت کے خرچہ نہیں دیتا تو اس کے شوہر سے کہا جائے کہ عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو عورت پر طلاق واقع کر دے۔[26]

عدالت کا دائرہ اختیار

اسلامی عدالت کا دائرہ کار محدود نہیں ہے بلکہ اسلامی ریاست میں عدالت کا دائرہ اختیار وسیع ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾[27]

"بلاشبہ ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور المیزان کو نازل کیا تاکہ وہ لوگوں کو انصاف پہ قائم رکھے۔"

جب انبیاورسل کا سلسلہ ختم ہو گیا تو اب یہ کام ان کے وارثوں کا ہے کہ لوگوں میں عدل قائم کریں الکتاب یعنی کہ قرآن مجید کے مطابق فیصلے کریں انصاف پہ قائم رکھنے کا مطلب کیا ہے امام قرطبی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

﴿لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ: أي بالعدل في معاملاتهم﴾[28]

"لوگوں کو انصاف پہ قائم رکھتے ہیں یعنی ان کے معاملات میں عدل کرتے ہیں۔"

اگر خلع کو نجی اور شخصی معاملہ کہہ کر عدالت کو اس سے علیحدہ کر دیں تو پھر اس میں متاثرہ فریق کہاں جا کے انصاف طلب کرے گا کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جو ایک حد پر جا کر نجی اور شخصی نہیں رہتے بلکہ وہ حاکم کے دائرہ اختیار میں چلے جاتے ہیں۔ مثلا: کسی نے اپنی وراثت میں ناقابل تقسیم چیز چھوڑی ہے اور اس کے ایک سے زائد ورثاہیں اب ان میں سے ہر وارث نہ اس کو استعمال کرتا ہے اور نہ ہی اسے دوسرے فریق کو بیچتا ہے اور وہ چیز ایسی ہے کہ جب تک وہ دونوں اسے استعمال نہیں کرتے اس وقت تک وہ بیکار رہے اور پڑی پڑی اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اب کیا یہاں پر اسلامی حکومت کو اختیار نہیں ہے کہ اس چیز کو ضائع ہونے سے بچائے اور اسے قابل استعمال بنائے؟ یقینا اسلامی حکومت اس کا حق رکھتی ہے کہ اس چیز کو ضائع ہونے سے بچائے تو اس صورت میں وہ از خود اس معاملے کا جائزہ لے گی اور ورثا کو اس معاملے کو حل کرنے کی تاکید کرے گی اگر اس کے باوجود وہ اپنے مسئلے کو خود حل نہیں کرتے تو عدالت اس معاملے میں جو مناسب سمجھے وہ فیصلہ کر دے گی۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے:

"عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ألا كلّكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فالإمام الذي على الناس راع وهو مسئول عن رعيته"[29]

"عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سنو تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس سے اپنی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا پس وہ امام جو لوگوں پر مقرر کیا گیا ہے نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

قرآن مجید میں اسلامی اجتماعیت کے متعلق ذکر ہے:

"لاَّ خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلاَّ مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلاَحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتَغَاء مَرْضَاتِ اللهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً"[30]

”لوگوں کی سرگوشیوں میں سے اکثر بھلائی کی نہیں ہوتی مگر یہ کہ جو صدقے کا حکم دے یا معروف کی بات کرے یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرے اور جو اللہ کی رضا کے حصول کے لیے یہ کام کرے گا پس عنقریب ہم اسے اجر عظیم سے نوازیں گے۔“

جب تنازعات میں اسلامی عدالت فیصلے کرتی ہے اور ان کے درمیان انصاف کرتی ہے تو یہ بھی اصلاح بین الناس کا کام ہے اور اس کو اس حوالے سے زیادہ حق حاصل ہے اس لیے کہ اس کے پاس قوت نافذہ بھی ہے اور یہ اجر عظیم کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔

ترجیح

جب میاں، بیوی میں آپس کے اختلافات پیدا ہو جائیں اور انہیں ازدواجی تعلق کے ٹوٹنے کا خدشہ ہو تو سب سے پہلے وہ خود اس مسئلے کو حل کریں اگر پھر بھی وہ اس کا حل تلاش کرنے میں ناکام رہیں تو پھر قوت فیصلہ کے مالک دو اشخاص ایک شوہر کے خاندان سے اور ایک بیوی کے خاندان سے اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے عدالت مقرر کرے اور ان کو معاملہ کی تفتیش کے لیے مکمل اختیارات دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِما فَابْعَثُوا حَكَماً مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَماً مِنْ أَهْلِها إِنْ يُرِيدا إِصْلاحاً يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُما إِنَّ اللّٰهَ كانَ عَلِيماً خَبِيراً"[31]

”اگر تمہیں میاں، بیوی کے درمیان جھگڑے کا اندیشہ ہو تو ایک فیصلہ کرنے والا شوہر کے خاندان سے اور ایک فیصلہ کرنے والا بیوی کے خاندان سے مقرر کرو اگر یہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ ان دونوں کے بیچ موافقت پیدا کر دے گا بے شک اللہ جاننے والا اور باخبر ہے۔“

اور عدالت ان کی سفارشات کی روشنی میں فیصلہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ يُقِيما حُدُودَ اللّٰهِ فَلا جُناحَ عَلَيْهِما فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ"[32]

"اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت اس کو کوئی معاوضہ دے کر اپنے آپ کو اس سے جدا کر لے۔"

لیکن عدالت کو بھی مکمل تحقیقات کے بعد ہی اس بارے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ کوئی مقدمہ دائر ہو اور عدالت بغیر تحقیق اور شوہر کو اطلاع کیے اس بارے میں کوئی فیصلہ سنا دے۔

اگر قاضی(judge) کے پاس مقدمہ آتا ہے تو قاضی شوہر کو حکم دے کہ اس کو خلع دے دے اگر شوہر اس کو تسلیم کر لیتا ہے اور خلع دیتا ہے تو بہتر اگر نہ دے تو قاضی کو اس پر زبردستی خلع دلوانے کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ثابت بن قیس کو بھی اس چیز کا حکم دیا تھا۔ اور حاکم کا حکم ماننا لازم ہوتا ہے۔ امام شوکانی لکھتے ہیں:

"قال في الفتح : هو أمر إرشاد وإصلاح لا إيجاب ولم يذكر ما يدل على صرف الأمر عن حقيقته"[33]

فتح الباری میں لکھا ہے، نبی کریم ﷺ کے الفاظ (ثابت کے لیے) صلح اور مشورے کے طور پر تھے نہ کہ وجوب کے لیے (شوکانی کہتے ہیں) لیکن ابنِ حجر نے ان اسباب کا ذکر نہیں کیا جو الفاظ وجوب کو اپنی حقیقت سے پھیر دے۔

اور آگے لکھتے ہیں:

"وظاهر أحاديث الباب أن مجرد وجود الشقاق من قبل المرأة كاف في جواز الخلع"[34]

متعلقہ مسئلے میں وارد احادیث کے الفاظ اس بات پر ظاہر ہیں کہ صرف عورت کی طرف سے جھگڑے کا پیدا ہو جانا خلع کے جواز کے لیے کافی ہے۔

یعنی امام شوکانی کے نزدیک اگر شوہر کو خلع کی پیشکش کی جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو قبول کرے کیونکہ احادیث کے الفاظ حکمیہ ہیں اور اس کو ماننا ضروری ہے اور صرف عورت کی طرف سے جھگڑے کا اندیشہ جواز خلع کے لیے کافی ہے۔ اور اگر شوہر یہ نہیں مانتا تو قاضی اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ان میں تفریق کر دے۔ اور اسی طرح احادیث میں وارد مختلف الفاظ طلقها، فارقها، خل سبيلها، ففرق بينهما، فأخذها له وخلى سبيلها اسے طلاق دے دو، اس کو جدا کر دو، اس کا رستہ چھوڑ دو، رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور رسول اللہ ﷺ نے وہ مال ثابت کے لیے لے لیا اور اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ میں بھی اس کی گنجائش موجود ہے کہ ہم اس صورت پر عمل کر سکیں۔

خلاصۂ بحث

خلع کے معاملے میں بعض حنفی فقہاء قاضی کو بالکل بھی اختیارات دینے کے حق میں نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ خلع مکمل طور پر میاں، بیوی کے درمیان ہونے والا معاملہ ہے اس میں کسی اور کو دخل کا کوئی حق نہیں ہے۔ خلع میں جو بھی فیصلہ ہو گا اس میں دونوں کی رضامندی کا اعتبار کیا جائے گا۔ شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور ان کے دلائل ہیں کہ

خلع کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے لہٰذا ان میں سے کسی ایک کی مرضی کے بغیر کوئی بھی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ان کا کہنا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جو خلع ہوا تھا اس میں بھی شوہر کی رضامندی کے مطابق ہی فیصلہ ہوا تھا۔

البتہ کچھ علما قاضی کو بھی خلع کے معاملے میں فیصلہ کرنے کے حوالے سے حق دیتے ہیں کہ اگر شوہر خلع کے لیے راضی نہیں ہوتا اور معاملہ اس حد تک خراب ہو جاتا ہے کہ دونوں کا حدود اللہ کو برقرار رکھنا ممکن نہیں تو پھر شوہر کی مرضی کے برخلاف قاضی کو خلع کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ خلع کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے قاضی کو بھی شریک کیا ہے لہٰذا اس کا بھی اس معاملے میں کہیں نہ کہیں عمل دخل ضرور ہے ورنہ اس کا ذکر بے محل قرار پائے گا۔ اور اسی طرح وہ ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلا جو خلع ہوا تھا اس میں اللہ کے رسول ﷺ نے خود ہی فیصلہ سنا دیا تھا اس میں صرف بیوی سے پوچھا تھا کہ تم اس کا دیا ہوا باغ واپس کرو گی اور اس کی رضامندی کے بعد خلع کا فیصلہ سنا دیا گیا تھا۔

سفارشات وتجاویز

* حکومت کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے میں اپنا کردار ادا کرے جہاں خاندان کے افراد ایک دوسرے کے ہمدرد اور خیر خواہ بنیں۔ حکومت کو ایسی تعلیمات عام کرنی چاہئیں جو ایک صالح، مضبوط اور پائیدار خاندان کی بنیاد فراہم کریں، تاکہ معاشرتی ڈھانچے کو استحکام حاصل ہو۔
* نکاح سے پہلے یہ ضروری ہے کہ میاں اور بیوی کو ان کے حقوق اور فرائض سے بخوبی آگاہ کیا جائے۔ انہیں یہ سکھایا جائے کہ ازدواجی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح محبت، تعاون، اور برداشت سے پیش آنا ہے۔ یہ تعلیم نہ صرف ان کی ذاتی زندگی کو خوشگوار بنائے گی بلکہ پورے خاندان اور معاشرے پر مثبت اثر ڈالے گی۔
* اگر میاں بیوی کے درمیان کسی بھی قسم کی غلط فہمی یا تنازع پیدا ہو تو ان دونوں پر لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے اس مسئلے کو خود آپس میں بات چیت کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر وہ دونوں اس مسئلے کو سلجھانے میں ناکام رہیں تو ان کے خاندانوں کے دانشمند اور سمجھدار افراد کو اس معاملے میں مداخلت کرنی چاہیے۔ ان بزرگوں اور خیر خواہوں کو چاہیے کہ وہ مسئلے کو غیر جانبداری سے سمجھیں اور دونوں فریقین کو بہترین حل کی طرف رہنمائی کریں۔

- اگر خاندان کے افراد بھی اس تنازع کو حل کرنے میں ناکام رہیں، تو پھر یہ معاملہ عدالت میں پیش کیا جانا چاہیے۔ عدالت پر لازم ہے کہ وہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے دونوں فریقین کی بات تفصیل سے سنے اور کسی بھی قسم کی جلد بازی یا غیر ضروری دباؤ کے بغیر فیصلہ کرے۔
- عدالت کو یہ اختیار دینا چاہیے کہ وہ دونوں طرف سے ایک ایک فرد کو بطور "حکم" مقرر کرے، جو معاملے کی گہرائی میں جا کر مکمل تحقیق اور تفتیش کرے۔ عدالت کو ان افراد کو آزادانہ طور پر کام کرنے کی اجازت دینی چاہیے تا کہ وہ کسی دباؤ کے بغیر حقائق جمع کریں۔ پھر ان کی سفارشات کی روشنی میں عدالت مسئلے کا منصفانہ اور دانشمندانہ حل پیش کرے۔
- یہ تمام اقدامات معاشرے میں خاندانی نظام کو مضبوط کرنے اور انصاف کے قیام میں اہم کردار ادا کریں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

* حوالہ جات

[1]ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی (م: 711ھ)، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، 8:76۔

Ibn Manẓūr, Muḥammad b. Mukarram al-Afrīqī (d. 711 AH), *Lisān al-ʿArab* (Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH), 8:76.

[2]ابنِ عابدین، محمد امین، **حاشیہ ابنِ عابدین**، (دار المعرفۃ بیروت، 1432ھ۔ 2011ء)، 5:87۔

Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn, *Ḥāshiya Ibn ʿĀbidīn* (Beirut: Dār al-Maʿrifa, 1432 AH / 2011 CE), 5:87.

[3]ابن اسحاق، خلیل بن اِسحاق مالکی مصری (م: 776ھ)، **المختصر**، (قاہرہ: دار الحدیث، 2005ء)، 112۔

Ibn Isḥāq, Khalīl b. Isḥāq al-Mālikī al-Miṣrī (d. 776 AH), *Al-Mukhtaṣar* (Cairo: Dār al-Ḥadīth, 2005 CE), 112.

[4]خطیب شربینی، محمد بن احمد (م: 997ھ)، **مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1994)، 4:430

Khaṭīb Sharbīnī, Muḥammad b. Aḥmad (d. 997 AH), *Mughnī al-Muḥtāj ilā Maʿrifat Maʿānī Alfāẓ al-Minhāj* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1994 CE), 4:430.

[5]بہوتی، منصور بن یونس (م: 1051ھ)، **کشاف القناع عن متن الإقناع**، (بیروت: دار الاحیاء التراث العربی، 1990ء)5: 212۔

Bahūtī, Manṣūr b. Yūnus (d. 1051 AH), *Kashshāf al-Qināʿ ʿan Matn al-Iqnāʿ* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1990 CE), 5:212.

[6]عثمانی، مفتی محمد تقی، **فقہی مقالات**، (کراچی: میمن اسلامک پبلیکیشنز، 2011ء،)، 2:183۔

ʿUthmānī, Muftī Muḥammad Taqī, *Fiqhī Maqālāt* (Karachi: Memon Islamic Publications, 2011 CE), 2:183.

[7]رحمانی، خالد سیف اللہ، **جدید فقہی مسائل**، (کراچی: زمزم پبلیشرز، 2010ء)، 3:124۔

Raḥmānī, Khālid Saifullāh, *Jadīd Fiqhī Masāʾil* (Karachi: Zamzam Publishers, 2010 CE), 3:124.

[8] ایضاً

Aysāḍan.

[9] جصاص، احمد بن علی، **أحکام القرآن**، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1405ھ)، 3:152۔

Jassāṣ, Aḥmad b. ʿAlī, *Aḥkām al-Qurʾān* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1405 AH), 3:152.

[10] رحمانی، خالد سیف اللہ، **جدید فقہی مسائل**، (کراچی: زمزم پبلشرز، 2010ء)، 3:124۔

Raḥmānī, Khālid Saifullāh, *Jadīd Fiqhī Masāʾil*, (Karāchī: Zamzam Publishers, 2010), 124:3.

[11] سورۃ **البقرۃ**: 2:237۔

Sūrat al-Baqara: 2:237.

[12] عثمانی، مفتی محمد تقی، **فقہی مقالات**، 2:183۔

ʿUthmānī, Muftī Muḥammad Taqī, *Fiqhī Maqālāt*, 2:183.

[13] سورۃ **النساء**: 4:35۔

Sūrat al-Nisāʾ: 4:35.

[14] جصاص، احمد بن علی، **أحکام القرآن**، 3:153۔

Jassāṣ, Aḥmad b. ʿAlī, *Aḥkām al-Qurʾān*, 3:153.

[15] رحمانی، خالد سیف اللہ، جدید فقہی مسائل، 3:124۔

Raḥmānī, Khālid Saifullāh, *Jadīd Fiqhī Masāʾil*, 124:3.

[16] قرطبی، ابوالولید، محمد بن احمد، **بدایة المجتهد و نهایة المقتصد**، (مصر: مصطفی البابی، طبع چہارم، 1975ء)، 2:99۔

Qurṭubī, Abū al-Walīd Muḥammad b. Aḥmad, *Bidāyat al-Mujtahid wa Nihāyat al-Muqtaṣid* (Egypt: Muṣṭafā al-Bābī, 4th ed., 1975 CE), 2:99.

[17] مالکی، محمد بن احمد، **شرح میارة الفاسی**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2000)، 1:313۔

Mālikī, Muḥammad b. Aḥmad, *Sharḥ Miyārah al-Fāsī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 2000 CE), 1:313.

[18] بخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح**، بَابُ الخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقُ فِيهِ، (کراچی: الطاف سنز، 2008ء)، 3:527، حدیث نمبر 5272۔

Bukhārī, Muḥammad b. Ismāʿīl, *Al-Ṣaḥīḥ*, Bāb al-Khulʿ wa Kayfa al-Ṭalāq Fīhi (Karachi: Alṭāf Sons, 2008 CE), 3:527, Ḥadīth no. 5272.

[19] رحمانی، خالد سیف اللہ، **جدید فقہی مسائل**، 3:127۔

Raḥmānī, Khālid Saifullāh, *Jadīd Fiqhī Masāʾil*, 127:3.

[20] ابوداؤد، **السنن**، باب فی الخلع، (بیروت: دار الکتاب العربی) 1:303، حدیث نمبر 2229۔

Abū Dāwūd, *Al-Sunan*, Bāb fī al-Khulʿ (Beirut: Dār al-Kitāb al-ʿArabī), 1:303, Ḥadīth no. 2229.

[21] ابن ماجہ، **السنن**، باب المختلفة تأخذ ما أعطاها، (بیروت: دار الفکر) ج 1، ص 663، حدیث نمبر: 2057۔

Ibn Mājah, *Al-Sunan*, Bāb Mukhtalifah Takhudh Mā Aʿṭāhā (Beirut: Dār al-Fikr), 1:663, Ḥadīth no. 2057.

22 بیہقی، احمد بن الحسین، **السنن الکبریٰ**، (انڈیا: مجلس دائرۃ المعارف، طبع اول، 1344ھ)، 7:306، حدیث نمبر: 15183۔

Bayhaqī, Aḥmad b. al-Ḥusayn, *Al-Sunan al-Kubrā* (India: Majlis Dāʾirat al-Maʿārif, 1st ed., 1344 AH), 7:306, Ḥadīth no. 15183.

23 دار قطنی، علی بن عمر، **السنن**، (بیروت: دار المعرفہ، 1966ء)، 3:295، حدیث نمبر: 188۔

Dār Quṭnī, ʿAlī b. ʿUmar, *Al-Sunan* (Beirut: Dār al-Maʿrifa, 1966 CE), 3:295, Ḥadīth no. 188.

24 رحمانی، خالد سیف اللہ، **جدید فقہی مسائل**، 3:124۔

25 قرطبی، ابو الولید، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، 2:68۔

Qurṭubī, Abū al-Walīd Muḥammad b. Aḥmad, *Bidāyat al-Mujtahid wa Nihāyat al-Muqtaṣid*, 2:68.

26 تھانوی، اشرف علی، **الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ**، (انڈیا: دار الاشاعت، 1936ء)، 73۔

27 سورۃ **الحدید** 57:25۔

Sūrat al-Ḥadīd: 57:25.

28 قرطبی، محمد بن احمد الانصاری قرطبی، **الجامع لاحکام القرآن**، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1966ء)، 9:260۔

Qurṭubī, Muḥammad b. Aḥmad al-Anṣārī, *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1966 CE), 9:260.

29 بخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح**، کتاب الاحکام، 4:356، حدیث نمبر 7138۔

Bukhārī, Muḥammad b. Ismāʿīl, *Al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Ahkamʿ, 4:356, Ḥadīth no. 7138.

30 سورۃ **النساء** 4:114۔

Sūrat al-Nisāʾ: 4:114.

31 سورۃ **النساء** 4:35۔

Sūrat al-Nisāʾ: 4:35.

32 سورۃ **البقرۃ** 2:229۔

Sūrat al-Baqara: 2:229.

33 شوکانی، محمد بن علی، **نیل الأوطار**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ بیروت، 1999ء)، 5:261۔

Shawkānī, Muḥammad b. ʿAlī, *Nayl al-Awṭār* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1999 CE), 5:261.

34 ایضاً

Aysāḍan.